Al-Qawārīr - Vol: 02, Issue: 04,
July – Sep 2021

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
journal.al-qawarir.com

عورت کی اقتصادی خود مختاری اور حیثیت (قرآن وسنت کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ)

Woman's Economic Autonomy and Status (A Research Analysis in the Light of Quran and Sunnah)

Dr. Ghuam Safoora*
Assistant professor, Govt. Women College, Rawalpindi.

Dr. Mohsin Raza Hashmi*
Assistant Professor, Uswa College, Islamabad.

Version of Record
Received: 06-Aug-19 **Accepted**: 27-Oct-19
Online/Print: 20-Sep-2021

ABSTRACT

Women have a respectable role in Islamic society. The position and status that Islam has bestowed on women in the development and training of society is unparalleled in the entire history of humanity. If we look at the age of ignorance, keeping aside the status of a woman, she did not even have the right to live. The Arabs used to bury her alive considering her existence a disgrace. And the condition of the people of India was that on the death of her husband, her widow was also used to be burnt along with him at the same time. In some other civilizations too, women were treated like animals. No civilization or society has given women social, legal or economic rights. Islam is the only religion that has given dignity and high status to woman as mother, sister, daughter or wife. Islam considered her a mercy and gave her equal social, legal and economic rights as men. As a matter of fact, women were always considered economically weak which led to her exploitation. The West gave her limitless economic freedom for culmination of this exploitation, which brought with it other perilous shortcomings. But Islam took a controlled, fair and moderate path in this field and gave women balanced economic rights. Islam gave women the right to property, the right to dowry, inheritance, the right to work and business.

CC BY

Therefore, in Islam, women are free in financial and economic matters. But along with this freedom, they are bound to respect the social values and boundaries associated with it. In this research paper, while from the Islamic point of view, the economic status of women in the society has been clarified and their autonomy in this field has been discussed, at the same time, their rights and duties have also been explained and their boundaries and values in this field have also been clarified. This article will illuminate further angles of research for researchers.

Key words: *Autonomy, Women, Economic, Rights, Civilizations.*

خالص اسلامی معاشروں میں خواتین کو ہمیشہ سے عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔اس سے قبل دیگر معاشروں میں عورت کی کوئی متعینہ حیثیت نہیں تھی یہاں تک کہ اس کو جائز انسانی حقوق سے بھی محروم رکھا جاتا تھا۔اس سے زندگی تک کا حق بھی چھینا گیا، چنانچہ اہل عرب بیٹی کی پیدائش کو اپنے اور قبیلے کے لیے باعث ننگ عار سمجھ کر اسے زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔اور ہندوستان میں شوہر کے مرنے پر اس کی زندہ بیوی کو بھی ساتھ دفن کر دیا جاتا تھا۔اور جن تہذیبوں نے اس کو زندگی کا حق دیا بھی تو اس کی زندگی حیوانات سے بدتر بنادی گئی۔کم وبیش دنیا میں عمومی طور پر عورت مردوں کے برابر حقوق ومراعات حاصل نہیں تھے۔مگر اسلام وہ دین ہے جس نے ظہور کے ساتھ ہی عورت کی اس غصب شدہ عزت وتکریم اور حقوق کی بحالی کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا۔اسلام نے انسانی معاشروں کو یہ احساس دلایا کہ عورت کا بھی معاشرہ سازی میں ایک کلیدی کردار ہے۔ماں کی گود بچے کی تربیت کا پہلا انسانی مدرسہ ہے۔بحیثیت ماں، بیٹی، بہن اور بیوی اس کے حقوق وفرائض ہیں جو اگر التواء میں ڈال دیے جائیں تو معاشرے درست سمت میں کبھی بھی نہیں پنپ سکتے۔چنانچہ دین اسلام نے عورت کو ان تمام حقوق سے نوازا جن سے وہ محروم تھی۔

دیگر معاشروں میں عورت کے حقوق کے استحصال کی ایک وجہ اس کا معاشی اعتبار سے پسماندہ ہونا بھی تھا۔لہٰذا اس کے معاشی حقوق کے لیے اسلام نے خاص انتظام کیا بلکہ اس کو ذاتی ملکیت کا حق اور معاشی خودمختاری اور معاشی جدوجہد کا حق عطا کیا۔اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے لیے حدود وقیود بھی متعین کر دیں تاکہ معاشرے میں ایک توازن اور اعتدال کی فضا برقرار رہے۔

معاش/معیشت کا مفہوم

لغوی معنیٰ

معاش عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کا مادہ 'عاش' ہے جس کے معنیٰ زندہ رہنے کے ہیں اور بعض کے نزدیک اس کا مصدر 'عیش' ہے جس کے معنیٰ خوراک، رزق اور گزران کے ہیں۔ابن منظور افریقی (۶۳۰۔۷۱۱ھ) لکھتے ہیں:

"العَيْشُ الحياةُ عاشَ يَعِيش عَيْشاً وعِيشَة۔۔۔والمَعِيشةُ ما يُعاشُ به"[1]

(العیش کے معنیٰ زندگی کے ہیں۔یہ عاش یعیش عیشا سے ماخوذ ہے اور معیشت سے مراد وہ ذرائع ہیں جن سے زندگی بسر کی جاسکے۔)

اسی طرح القاموس المحیط کی تعریف کے مطابق :

"والمَعِيشَةُ التي تَعِيشُ بها من المَطْعَمِ والمَشْرَبِ، وما تكونُ به الحياةُ، وما يُعاشُ به" 2

(معیشت سے مراد کھانے پینے کے وہ ذرائع ہیں جن پر زندگی کا دارومدار ہوتا ہے اور جن سے زندگی بسر کی جاتی ہے۔)

لفظ اقتصاد اور اکنامکس، معیشت کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم

معاشیات کی وضاحت میں امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں کہ دنیا میں بغیر کھائے پیئے زندہ رہنا ناممکن ہے، لہٰذا کمانا لازمی اور ضروری ہے اور کمانے کے طریقوں کو جاننا بھی لازمی ہے۔[3] ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) نے لکھا کہ :

"ان المعاش هو عبارة عن ابتغاء الرزق والسعى فى تحصيله"[4]

(معاش رزق تلاش کرنے اور اسے حاصل کرنے کے لیے کی جانے والی جدوجہد کا نام ہے۔)

ماہر لسانیات وارث سرہندی (م ۱۹۹۱ء) نے لکھا کہ معاش سے مراد رزق، روزی، روزگار، بسر اوقات، خوراک اور قوت ہے۔[5] لفظ معاش کا قرآن میں اس طرح تذکرہ ہوا ہے۔ارشاد ہوتا ہے :

﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ﴾ 6

(اور بے شک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا اور اس میں تمہارے لیے زندگی کے اسباب بنائے، یہ کم ہی شکر کرتے ہیں)

انسانی زندگی میں معیشت کی اہمیت کا انکار نہیں چونکہ زندہ رہنے کے لیے ظاہری جسامت کی نشوونما ضروری ہے لہٰذا اس کا مقدمہ یعنی حصولِ خوراک کے لیے تگ ودو بھی ضروری قرار پاتی ہے اس کو معاش یا معیشت کہتے ہیں اور رزق کے حصول کے لیے اسلام نے طور طریقے انسان کو سکھا دیے ہیں۔ بقول علامہ اقبالؒ "جن قوموں کو اپنی معیشت بہتر بنانے کا احساس نہیں ان کا زندہ رہنا محال ہے۔"[7]

رزق کے حصول میں دین و مذہب نے مرد و عورت میں کوئی تقسیم یا فرق نہیں رکھا کہ مرد تو حصول رزق کے لیے کوشش کر سکتا ہے لیکن عورت نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس کے برعکس ہر دو کو معاش اور رزق کے حصول میں خود مختاری عطا فرمائی۔ البتہ جب حصول رزق کے ذرائع، اصول اور آداب متعین فرمائے تو ہر دو کے لیے ذمہ داریوں اور حدود کا تعین بھی فرما دیا۔اس سے قبل کہ ہم اسلام میں عورت کی معاشی خود مختاری پر بحث کریں چند دیگر معاشروں میں عورت کی معاشی حیثیت کو واضح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

قبل از اسلام دیگر اقوام میں عورت کی معاشی حیثیت

دین اسلام کی آمد سے عرب معاشروں میں عورت سماجی و معاشرتی احترام سے یکسر محروم تھی۔ اس کا وجود دنیا کے بیشتر معاشروں میں نحوست کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ پسماندہ اور غیر متمدن معاشروں میں اس کی حیثیت جانوروں کی مانند تھی۔ انہیں اپنی زندگی اپنی مرضی سے جینے کا حق نہیں تھا۔ عورت کو فروخت کیا جاتا تھا، قرض کے بدلے دے دیا جاتا تھا، اسے سزا کے طور پر بھوکا پیاسا بھی رکھا جاتا، حتیٰ کہ اس کو قتل کر دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کی جاتی تھی۔

عورت کے ساتھ ناروا سلوک کا مظاہرہ اس وقت کے نام نہاد متمدن معاشروں جیسے قدیم یونان، روم ، ایران، مصر، چین اور ہندوستان میں بھی نظر آتا ہے۔ جہاں عورت اپنی مرضی سے آزاد زندگی کا حق نہیں رکھتی تھیں۔ معاشی و اقتصادی حق سے مکمل محروم تھی۔ نہ وہ کسی چیز کی مالک بن سکتی تھی نہ ہی اسے وراثت میں حصہ ملتا تھا۔ میراث صرف مردوں کی سمجھی جاتی تھی جس پر دلیل یہ تھی کہ مرد چونکہ اپنے زورِ بازو سے قبیلوں کا دفاع کرتے ہیں لہٰذا میراث جیسے مالی فائدہ پر بھی صرف انہی کا حق بنتا ہے تاکہ وہ مزید مضبوط ہو کر قوم یا قبیلے کی خدمت کر سکیں۔ بعض اقوام میں عورت نہ صرف یہ کہ حق وراثت سے محروم رہتی تھی بلکہ میراث میں عورتوں کو بھی سامان کی طرح تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ چند متمدن کہلائے جانے والے معاشروں میں عورت کی حیثیت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اہل روم جن کا شمار قدیم ترین اقوام میں ہوتا ہے اور جنہوں نے سب سے پہلے مدنی قوانین بنائے، ان کے مطابق گھر کا سربراہ مرد ہوتا تھا جس کی اطاعت اہل خانہ پر مطلقاً لازم تھی۔ حتیٰ کہ اگر وہ عورت یا اولاد کے قتل کا حکم بھی دیتا تو اس کے حکم کی تکمیل ضروری تھی۔ رومی معاشروں میں عورت فروخت بھی ہوتی تھی یا قرض کی ادائیگی میں بھی دے دی جاتی تھی۔ مرد اپنی محرم عورتوں سے نکاح کر سکتے تھے عورت کا میراث میں بھی کوئی حق نہیں تھا، عورت کا مال مرد کے اختیار میں ہوتا تھا۔[8]

علم و تہذیب کا گہوارہ سمجھے جانے والے قدیم یونان میں سقراط کا خیال تھا کہ عورت سے زیادہ فتنہ و فساد کی چیز دنیا میں کوئی نہیں۔ وہ دفلی کا درخت ہے کہ بظاہر بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے لیکن اگر چڑیا اُس کو کھا لیتی ہے تو وہ مر جاتی ہے۔"[9] چنانچہ یونانی Mythology میں ایک فرضی عورت کے کردار 'پانڈورا' (Pandora) کو تمام انسانی مشکلات کا سبب اور وجہ قرار دیا گیا تھا۔[10] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے الفاظ میں قدیم یونان میں عورت کا مقام اس حد تک پست تھا کہ اس کی حیثیت بچے پالنے والی لونڈی کی سی تھی۔ عورت گھر میں قید، تعلیم سے محروم تھی۔ اور اس کا شوہر اسے گھریلو ساز و سامان کی طرح سمجھتا تھا۔[11]

ایرانی معاشرے میں عورت ایک غلام تصور کی جاتی تھی۔ شوہر کو یہ اختیار تھا کہ اپنی بیوی کی مرضی کے خلاف اسے کسی دوسرے بیروزگار شخص کو دے دے تاکہ وہ اس سے ذریعہ معاش میں مدد لے۔ عورت کو شوہر کے مال و اسباب پر تصرف کا کوئی حق نہیں تھا۔[12] چین کی بات کریں تو مسٹر رے اسٹریچی لکھتے ہیں کہ چین میں عورت کی حالت بہتر نہیں تھی اور چھوٹی لڑکیوں کے پیروں کو کاٹھ مارنے کی رسم کا مقصد یہ تھا کہ انہیں بے بس رکھا جائے، یہ رسم اگرچہ اعلیٰ و مالدار طبقوں میں رائج تھی"[13]

ہندوستانی معاشرے میں عورت کی غلامی یا محکومی ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتی تھی۔ منو کے مطابق ایک عورت کو دن رات اپنے سرپرست کے ماتحت حالتِ انحصاری میں ہونا چاہیے۔[14]

"بابل میں حمورابی کی شریعت عورت کو ایک پالتو جانور سمجھتی تھی اور اس کی نظر میں عورت کی حیثیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کی رو سے اگر کسی نے کسی کی لڑکی کو قتل کیا ہے تو قاتل کو اپنی لڑکی مقتولہ لڑکی کے بدلے میں حوالے کرنا ہوتی تھی تاکہ لڑکی کا والد اسے قتل کر دے یا باندی بنا لے یا معاف کر دے۔ مگر وہ اکثر حکمِ شریعت کے نفاذ کی خاطر قتل ہی کی جاتی تھی۔"[15]

یورپ جو آج بھی عورت اور مرد میں نام نہاد مساوات اور مساوی حقوق کا سب سے بڑا دعویدار ہے۔ لیکن بیسویں صدی سے قبل وہاں عورت، مرد کے ظلم و ستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ جان سٹورٹ مل (John Stuart Mill) اپنی کتاب "محکومیتِ نسواں" میں لکھتا

ہے کہ برطانیہ کے قدیم قوانین میں مرد کو عورت کا مالک تصور کیا جاتا تھا، بلکہ وہ اس کا بادشاہ مانا جاتا تھا، یہاں تک کہ شوہر کے قتل کا اقدام قانونی اصطلاح میں بغاوتِ ادنیٰ کہلاتا تھا اور عورت اس کا ارتکاب کرے تو اس کی پاداش میں اسے جلادینے کا حکم تھا۔[16]

جس طرح عہدِ قدیم میں عورت کے عزت و وقار کو مجروح کیا گیا اسی طرح عہدِ جدید میں بھی عورت کے تقدس کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسے شوپیس کے طور پر اپنے اقتصادی و معاشی مفاد کی خاطر استعمال کیا جا رہا ہے۔ خاندان جو کہ انسان کے تحفظ و نشوونما میں بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے عورت کے عدم احترام کے باعث شکست و ریخت کا شکار ہے جس کا لازمی اثر خود عورت پر پڑ رہا ہے۔ عورت بظاہر معاشی آزادی ہوتے ہوئے بھی معاشی استحصال اور عدم تحفظ کی شکار ہے۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ میں مغربی عورت کی معاشی بدحالی کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"Women constitute half the world's population, perform nearly 2/3 of its own work hours, receive 1/10 of the world's income and own less than one hundredth of the world's property." [17]

(دنیا کی آدھی آبادی عورتوں پر مشتمل ہے۔ دنیا کے دو تہائی کام کے گھنٹوں میں عورت کام کرتی ہے مگر اسے دنیا کی آمدنی کا دسواں حصہ ملتا ہے اور دنیا کے املاک کے سوویں حصے سے بھی کم کی مالک ہے۔)

معروف فلسفی ویل ڈیورانٹ اپنی کتاب 'لذات فلسفہ' میں لکھتا ہے کہ انیسویں صدی تک عورت کے پاس ایک قانون تھا جس کی رو سے مرد کو عورت کے احترام کا پابند ہونا پڑتا تھا اس کے بعد بیسویں صدی میں عورت کے حالات میں تبدیلی اور آزادی کا سبب سرمایہ داری نظام اور صنعتی انقلاب ہے۔ کیونکہ عورت سستی مزدور تھیں، کارخانہ دار سرکش اور گراں قیمت مرد مزدوروں پر انہیں ترجیح دیتے تھے۔ ایک صدی پہلے مردوں کو کام ملنا مشکل تھا۔ البتہ مردوں سے اشتہاروں میں درخواست ہوتی تھی کہ بچوں اور عورتوں کو کارخانوں میں بھیجیں۔[18]

اگر زرزمین وحی کی بات کی جائے تو قدیم اہل حجاز صحرا نشین اور خانہ بدوش تھے، جو قبائل کی شکل میں اجتماع کیا کرتے تھے۔ یہ قبائل تعلیم و تربیت اور تہذیب و تمدن سے عاری تھے۔ لوٹ مار ان کا پیشہ تھا، جنگوں میں مصروف رہتے تھے جس کے لیے انہیں مردوں کی شکل میں افرادی قوت کی اشد ضرورت ہوتی تھی لہٰذا عورت کو ہیچ سمجھتے تھے، بلکہ اکثر قبائل لڑکی کی پیدائش کو باعث ننگ و عار سمجھتے ہوئے اسے زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ عورت کا معاشی استحصال عروج پر تھا۔ وہ کسی چیز کی مالک نہیں بن سکتی تھی، حق میراث سے یکسر محروم تھی۔ حتیٰ کہ عام معاملات میں بہتر چیز پر مرد کا حق مانا جاتا تھا۔ اہل عرب کے اس طرزِ عمل کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے:

﴿وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا وَإِن يَكُن مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾[19]

(اور کہتے ہیں کہ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے یہ ہمارے مردوں کے لیے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام، لیکن اگر وہ مُردہ ہو تو دونوں اس کے کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں یہ باتیں جو انہوں نے گھڑ لی ہیں ان کا بدلہ اللہ انہیں دے کر رہے گا یقیناً وہ حکیم ہے اور سب باتوں کی اسے خبر ہے۔)

اگر اس حوالے سے مذاہب پر نظر دوڑائی جائے تو مذہبِ عیسائیت، جس کے پیروکار دنیا میں سب سے زیادہ ہیں، عورت کے بارے میں ان کے نظریات دیگر اقوام سے مختلف نہیں تھے۔ بلکہ عیسائی پادریوں کے ہاں تو مدتوں یہ سوال زیر بحث رہا کہ عورت انسان بھی ہے کہ نہیں؟ اور خدا نے اس کو روح بھی بخشی ہے یا نہیں؟

قرونِ وسطیٰ میں ایک ایسا زمانہ گزرا ہے جس میں یہ نظریہ موجود تھا کہ عورت کسی چیز کی مالک نہیں ہو سکتی تھی۔ یعنی اس کی ذاتی ملکیت کا حق تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بہت ساری عبادات اور فرائض کی انجام دہی اس کے لیے ممنوع تھی۔ اور لوگ اس کے سائے سے بھاگتے تھے۔ بہت سی عورتوں اور بچیوں کو راہب بنا کر گرجا گروں میں بٹھایا کرتے تھے، اور جب ان کی مائیں روتی بلکتی انہیں تلاش کرتے آتیں تو راہب انکے سائے سے بھاگتے کہ کہیں ان کا سایہ ان پر نہ آن پڑے۔[20]

مذہب یہودیت کی بات کی جائے تو اس نے عورت کو ازلی گناہگار ٹھہرایا ہے، جس کی وجہ یہ تھی عورت (حوّا) نے آدمؑ کو گمراہ کیا ہے۔ الغرض ان الہامی مذاہب کے ماننے والے نے بھی اپنی ذاتی اغراض و مقاصد کی خاطر عورت کا استحصال کیا، اس میں کوئی شک نہیں ان کے انبیاء اور اصل صحائف سماویہ کی تعلیمات ہر گز ایسی نہیں تھیں، لیکن ان کے علماء نے جو تحریفات کیں اس میں عورت کی معاشرتی حیثیت کو واضح کر دیا گیا ہے۔

بدھ مت میں بھی عورت کے بارے میں مذکورہ بالا خیالات پائے جاتے ہیں۔[21] یہودیوں اور یونانیوں کی طرح ہندو دھرم میں بھی عورت کو گناہ کی جڑ اور مشکلات کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا اور اس کی مستقل حیثیت تسلیم کرنے سے انکار کیا جاتا تھا۔ ہندو مذہب کے مطابق شوہر والی عورت کے ذمہ کوئی عبادت نہیں سوائے شوہر کی سیوا کے اور یہی سب سے بڑی عبادت ہے۔ عورت کے حوالے سے بدھ مت اور جین مت اور دیگر ایشیائی مذاہب کا رویہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔

اسلام میں عورت کی معاشی حیثیت وخود مختاری

دینِ اسلام ہر قسم کے امور میں چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا حقوق و معاملات سے ایک اعتدال اور توازن کا رویہ اپناتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اسلام نے بشریت کو عدل و مساوات کے فطری نقطہ پر کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام نے عورت کو ہر میدان میں وہ مقام دیا جس سے وہ محروم تھی۔ اسلام نے آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے خواتین کو معاشی حقوق بھی دے دیے، جن میں بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ نان و نفقہ، حق مہر، وراثت میں حصہ دے کر جہاں اس کی معاشی خود مختاری کا اعلان کیا وہاں ایک عاقل و بالغ عورت خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو اس کو یہ حق دیا کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے مال کے معاملے میں وہ تمام فیصلے کر سکتی ہے جو ایک مرد کر سکتا ہے۔ اسلام نے عورت کو جائیداد رکھنے اور اس کی خرید و فروخت کرنے کا حق آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے دے دیا تھا جبکہ برطانیہ میں یہی حق 1970ء میں آ کر ملا۔

قرآن مجید اور عورت کی معاشی خود مختاری

اسلام نے مرد و عورت کے بنیادی انسانی حقوق میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾ [22]

(لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔)

اسلام دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمن میں مرد و عورت دونوں کا ایک ساتھ تذکرہ کرتا ہے:

﴿وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا﴾ [23]

(اور جو نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہونے پائے گی۔)

گویا ایمان اور عملِ صالح کے ساتھ روحانی ترقی کے جو درجات مرد کو مل سکتے ہیں وہ عورت بھی حاصل کر سکتی ہے۔ البتہ قرآن مجید صرف عبادات کے سلسلے میں ہی عورت کو مرد کے مساوی نہیں قرار دیتا بلکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسے معاشرتی فریضہ میں بھی عورت اور مرد کو ایک ساتھ کھڑا کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ [24]

(مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔)

گویا اسلام نے مرد اور عورت کو معاشرے کے دو اہم ستون قرار دیا ہے اور معاشرے کی اصلاح کی ذمہ داری بھی دونوں پر عائد کی ہے۔ مزید برآں اسلام نے عورت کو بھی معاشرتی، قانونی اور معاشی حقوق عطا کیے ہیں، جیسے تعلیم و تربیت کے حصول کا حق، عصمت و عزت کا حق، حسن سلوک کا حق، عائلی و ازدواجی حقوق، خیار بلوغ کا حق، حق میراث، حق ملکیت، خرید و فروخت کی آزادی کا حق، خلع و حق مہر، جمعہ و جماعت کی نماز میں شرکت کا حق وغیرہ۔

حدیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں عورت کی حیثیت

آنحضرت ﷺ نے عورت کو وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا جو ایک مثالی معاشرے کی تکمیل کا باعث بنا۔ آپ نے عورت کو کسمپرسی کی حالت سے نکال کر اسے ذات کا شعور بخشا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ میں عورت کی مختلف حیثیتوں میں فضائل بیان ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے جنت کو ماں کے قدموں کے نیچے قرار دیا ہے،[25] اور بیٹی کی اچھی تربیت کرنے والے کو جنت کی ضمانت دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ دَخَلْتُ أَنَا وَهُوَ الْجَنَّةَ كَهَاتَيْنِ))[26]

(جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی وہ جنت میں میرے ساتھ اس طرح ہو گا جیسے میری یہ دو انگلیاں۔)

صحیح مسلم کی ایک قدرے طویل حدیث میں فرمایا کہ عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر انہیں اپنے ماتحت کیا ہے۔[27]

اسلام کی یہ انقلابی تعلیمات ہی ہیں جنہوں نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے معاشرے میں عورت کے عزت واحترام اور اس کے مقام اور حقوق کو واضح کیا اور اس کی پاسداری کو لوگوں پر لازمی قرار دیا۔ آپ ﷺ نے جہاں مرد کے بنیادی انسانی حقوق کا تذکرہ کیا وہاں عورت کا بھی کیا گیا۔ خواتین کے معاشی معاملات اور آزادی کی بات کریں تو صحابیاتؓ دستکاری، تجارت، گلہ بانی، زراعت، اور دباغت وغیرہ کا کام کیا کرتی تھیں۔ وہ اپنی آمدنی شوہر اور بچوں کے علاوہ فی سبیل اللہ بھی میں صرف کیا کرتی تھیں جیسا کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے بارے میں بھی ملتا ہے کہ وہ دباغت اور سلائی کا کام کیا کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہؓ کی زوجہ حضرت زینبؓ نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ میں اپنے شوہر اور اپنے زیر پرورش یتیم بچوں پر خرچ کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! اس کے دو اجر ملیں گے یعنی رشتے دار کا اجر بھی اور صدقہ کا اجر بھی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ تمہارا شوہر اور تمہارے بچے اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان پر صدقہ کرو۔[28]

اسلام میں عورت کی معاشی خود مختاری

دیگر معاشروں میں عورت کی مظلومیت اور استحصال کا سبب اس کی معاشی میدان میں محرومی اور کمزوری تھی۔ مغرب نے بظاہر اس استحصال کا ازالہ کرنے کے لیے عورت کو فیکٹریوں، کارخانوں اور دوسرے ایسے مقامات پر کام میں لگایا جو دیگر کئی ایک خرابیوں کو جنم دینے کا موجب بنا۔ لیکن دین اسلام نے جب عورت کو معاشی آزادی دی تو اس نے متوازن اور درمیانی راستہ اختیار کیا۔ اسلام نے اگرچہ عورت پر معاشی بوجھ نہیں ڈالا لیکن اسے معاشی تگ ودو کی مکمل آزادی دی ہے۔ وہ اپنی عفت کی حفاظت اور گھریلو ذمہ داریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے معاشرے میں ایک فعال اور سرگرم کردار ادا کر سکتی ہے۔

لیکن اسلام نے فطری تقاضوں اور صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عورت کی کفالت کی ذمہ داری پہلے مرد کے اوپر ڈالی۔ نان ونفقہ کی فراہمی، حق مہر، میراث میں حصہ، حق ملکیت اور اس کے دیگر جائز حقوق کی ادائیگی کا حکم دے کر اس کی معاشی خود مختاری کا واضح اعلان فرمادیا۔ اسلامی معاشرے میں عورت کے معاشی حقوق کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ا۔ حق مہر عورت کی معاشی خود مختاری کا استعارہ

اسلام نے نکاح کے موقع پر عورت کو حق مہر دینے کا حکم دیا ہے۔ اسلام سے قبل یہ لڑکی کے والدین کو دیا جاتا تھا۔ اور لڑکی گویا زرخرید کنیز بن کے رہ جاتی تھی۔ اس لیے مہر کا نظام خاص اسلام کا نظام ہے جو درحقیقت ایک ماہرانہ تدبیر کا نتیجہ ہے۔ جو اس بات کا بھی اعلان ہے کہ عورت اپنے مال کی خود مالک بن سکتی ہے لہٰذا مہر وہ خود لے گی۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾[29]

(اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مہر کو صدُقہ کہا ہے، صدُقہ اصل میں صدق سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ سچائی کے ہیں۔ جیسا کہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ الصدق، کذب کی ضد ہے۔ جس کے معنیٰ دل وزبان کی ہم آہنگی اور کسی بات کا نفسِ واقعہ کے مطابق ہونا ہے۔[30] لہٰذا مہر کو صدقہ اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اس رشتے کو سچا قرار دیتا ہے۔ اور ''صدقاتھنّ'' میں 'ھنّ' ضمیر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مہر براہ راست عورت کا حق ہے۔ مہر دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورت کی قدر و منزلت بڑھانے اور اسے بلند درجہ دینے ایک حکمت بھی ہے۔

۲۔ نان ونفقہ عورت کا معاشی حق

اسلام نے مرد کو عورت کی کفالت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اگر وہ بیٹی ہے تو والدین اس کی نگہداشت کریں گے، بیوی ہے تو شوہر اس کا کفیل ہے، ماں ہے تو اولاد اس کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ دار ہے، اور بہن ہے تو بھائی اس کے مددگار ہوں گے، اس طرح زندگی کے کسی حصے میں بھی اس کو کسی بھی قسم کی مالی و معاشی پریشانی سے دور رکھا گیا ہے۔ مرد پر عورت کے نان و نفقہ کا وجوب اسلام کا حکم اور بیوی کا شرعی حق ہے، چاہے وہ کتنی ہی دولتمند کیوں نہ ہو۔ قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَ عَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [31]

(اِس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا کپڑا دینا ہوگا)

﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ [32]

(مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے اُن میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں)

اسی طرح ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ:

((أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- مَا حَقُّ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ قَالَ:أَنْ يُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمَ وَأَنْ يَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَى وَلاَ يَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلاَ يُقَبِّحْ وَلاَ يَهْجُرْ إِلاَّ فِى الْبَيْتِ))[33]

(ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، اس کے منہ پر نہ مارے، اسے برا بھلا نہ کہے، اور نہ گھر کے علاوہ اسے کہیں تنہا چھوڑے)

بیوی کے نفقہ کی خاوند پر واجب ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے صاحبِ ہدایہ لکھتے ہیں کہ نفقہ اصولی طور پر روک لینے کا بدلہ ہے۔ پس ہر وہ آدمی جو کسی دوسرے آدمی کے مقصود حق میں روکا گیا ہے تو اس کا نان نفقہ اس دوسرے آدمی پر لازم ہوگا۔[34]

پس اسلام کے نزدیک عورت کا نان و نفقہ خود اس پر واجب نہیں سوائے اس کے کہ کوئی وقت ضرورت آن پڑے۔اور مرد پر بیوی کے نفقے کا وجوب ایک حکم اور شرعی حق ہے۔اگر مرد ادا نہیں کرے تو اس کے اوپر قرض رہے گا۔اور قانونی طور پر عورت اس کا مطالبہ کر سکتی ہے۔اور عورت پر بچوں کی پیدائش اور ان کی تربیت کی بھاری ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔

۳۔ عورت کا حق ملکیت اور معاشی خود مختاری

اسلام نے ابتدا ہی سے عورت کو حق ملکیت سے سرفراز فرمایا۔جب کہ مغرب نے انیسویں صدی میں عورت کا یہ حق تسلیم کیا۔جیسا کہ ویل ڈیورانٹ نے لکھا کہ آزادی خواتین کے لیے پہلا قدم ۱۸۸۲ء کا قانون تھا جس نے عظیم برطانیہ کی عورت کو وہ اعزاز دیا جس کی مثال پہلے موجود نہ تھی یعنی عورت جو روپیہ کمائے گی وہ اسے اپنے لیے محفوظ رکھنے کا حق رکھتی ہے۔اور یہ قانون کارخانہ داروں کی وساطت سے پاس ہوا۔[35]

لیکن اسلام نے ساڑھے چودہ سو سال قبل ہی عورتوں کے حق ملکیت کو بھی مردوں کی طرح قابلِ احترام قرار دیا ہے۔عورت تجارتی، دفتری امور، مہر، رواشت، ہبہ اور دوسرے جائز راستوں سے دولت حاصل کر کے اس کی مالک بن سکتی ہے اور اس سے استفادہ کرنے کا مکمل اختیار رکھتی ہے۔قرآن مجید نے واضح ترین الفاظ میں حکم دیا:

﴿ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ﴾[36]

(جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اُس کے مطابق ان کا حصہ اور جو کچھ عورتوں نے کمایا اس کے مطابق اُن کا حصہ ہے۔)

یہ آیت عورت کی ذاتی ملکیت پر کامل دلیل ہے، اور دوسروں کے پاس جو کچھ ہے اس کی تمنا کرنا منع فرمایا کہ انسان جو کچھ کماتا ہے وہ کسب اور کوشش سے مربوط ہے، مرد ہو یا عورت ہر ایک کو اپنی محنت کے مطابق پھل ملتا ہے۔اس لیے عورت کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ اپنے مال سے صدقہ و خیرات کر سکتی ہے، اور یہ بھی کہ وہ اپنے اوپر، شوہر پر، بچوں پر اور والدین پر بھی جتنا چاہے خرچ کر سکتی ہے۔بشرطیکہ وہ فضول خرچی شمار نہ ہو۔ایک حدیث میں ہے کہ:

((يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ))[37]

(اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ دیا کرو اگرچہ اپنے زیورات سے ہی کیوں نہ ہو)

یہ حدیث بھی حق ملکیت کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔علامہ محمد اقبالؒ نے بھی ایک جگہ اس حقیقت کو یوں لکھا:

''سب سے پہلے اسلام ہی نے اس امر کا اعلان کیا کہ عورت اپنی علیحدہ جائیداد کا حق رکھتی ہے۔یورپ کے کئی ملکوں میں اب تک آپ کی بہنوں کو علیحدہ جائیداد کا حق نہیں۔۔۔ان تمام امور میں یورپین اقوام یا تو اسلا کا تتبع کر رہی ہیں یا خود فطرت نے اب انہیں اس طرف توجہ دلا دی ہے۔مجھے یقین ہے کہ یورپ نے بھی وضع قانون میں اسلام سے بہت کچھ سیکھا ہے۔''[38]

۴۔ عورت کا حق میراث اور معاشی خود مختاری

دین اسلام نے عورت کو وراثت میں سے حق دار قرار دیا۔ارشاد رب العزب ہوتا ہے:

﴿ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴾[39]

(مردوں کے لیے اُس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لیے بھی اُس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت، اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے)

یہ آیت اس ماحول میں اور اس وقت نازل ہوئی جب عورت میراث میں سے حصہ تو درکنار، معاشرے میں کسی حیثیت کی مالک نہیں تھی۔ بیٹیوں کو وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا۔ دیگر اقوام میں عورت کو میراث میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا یا اگر دیا بھی جاتا تو اسے آزادی یا قانونی حیثیت نہ دیتے تھے۔ لڑکیوں کو حصہ نہ ملنے کی کئی ایک وجوہات تھیں، جیسے دولت دوسرے خاندان میں نہ جائے، وہ لوگ مرد کو ہی بقائے نسل کا سبب سمجھتے تھے، اور مرد طاقتور اور شمشیر بکف ہوتے ہیں، گھر میں موجود عورتوں اور قوم کا دفاع کرتے ہیں۔[40] لیکن اسلام نے اس ناانصافی کو ختم کر کے عورت کو تمام معاشی حقوق سے بھی نوازا۔ البتہ میراث میں عورت کا حصہ مرد کی نسبت آدھا قرار دیا۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ﴾[41]

(تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، اگر (وارث) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے، اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے)

ایک شبہ کا ازالہ

عموماً اسلامی قانون وراثت کا سرسری مطالعہ کرنے والے حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ میراث میں عورت کا حصہ مرد سے کمتر کیوں رکھا گیا ہے؟ لیکن غور سے اس قانون کا جائزہ لیا جائے تو اس میں درج ذیل حکمتیں نظر آتی ہیں:

(الف) مرد و عورت کی ذمہ داریوں میں توازن

اسلام نے مرد کو میراث میں برتری دی ہے کیونکہ اسے عورت کی کفالت کا ذمہ دار بنایا۔ مرد کے لیے ضروری ہے کہ عورت کا مہر، نفقہ، گھر اور بچوں کے اخراجات پورے کرے۔ جبکہ عورت پر کسی قسم کی معاشی ذمہ داری جیسے اپنے، اپنی اولاد یا والدین کے اخراجات، عائد نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کے پاس مال ہو تب بھی اسے گھر میں خرچ کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ گویا عورت اپنے شوہر کے تمام مال یا میراث میں بالواسطہ شریک ہوتی ہے جو اسے (مرد کو) ملا ہوتا ہے اور اپنے حصے کی بلاشرکتِ غیرے مالک ہوتی ہے۔ اس لیے قانون وراثت میں اس چیز کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

(ب) عورت کا حصہ تقسیم وراثت کی اکائی

اسلام کے نظام تقسیم وراثت میں عورت کے حصے کو اساسی قرار دیا گیا ہے۔ پھر تمام حصوں کے تعین کے لئے اسے اکائی بنایا گیا ہے۔ گویا میراث کا سارا نظام ہی عورت کے حصے کی اکائی کے گرد گھومتا ہے۔ جو درحقیقت عورت کے احترام کا اعلان ہے۔

(ج) مرد و عورت کے حصوں میں برابری

اس کے باوجود بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں مرد و عورت دونوں کے حصے مساوی ہیں۔ جیسے :

﴿ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ [42]

(اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہیے)

یہاں ماں کو بھی باپ کی طرح چھٹا حصہ ملے گا۔ یعنی دونوں کو برابر حصے ملیں گے۔ اسی طرح ارشاد ہوتا ہے :

﴿ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ﴾ [43]

(اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں، مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے)

اس بحث سے واضح ہوتا ہے کہ مرد کو دوگنا دینے کی بنیاد محض جنسیت نہیں بلکہ مرد پر چونکہ مالی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور دوسری طرف عورت پر یہ ذمہ داری عائد نہیں کی گئی اگرچہ اسے معاشی جدوجہد کا حق دیا گیا ہے۔ لہٰذا ذمہ داریوں کے تناسب کو مد نظر رکھتے ہوئے اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے پیش نظر ضروری تھا کہ مرد کا حصہ زیادہ ہوتا کہ وہ اپنی ذمہ داریاں بخوبی انجام دے سکے۔ اس طرح اسلام نے بے مثال طریقے سے عورت کی مالی نگہداشت فرمائی ہے۔ ایک طرف اسے معاشی آزادی دے کر مرد کی بالادستی کو کم کیا دوسری طرف اسے گھریلو اخراجات سے آزاد کر کے اسے مشقت و تکلیف سے بچایا۔ دراصل اسلامی قوانین کی بنیاد فطری تقاضوں کے مطابق ہے کیونکہ مرد و عورت محنت و مشقت، طاقت، اور اقتصادی و تولیدی امور میں ایکدوسرے کے مشابہ نہیں ہیں۔ اس لیے ان کی ذمہ داریاں بھی ان کی فطرت اور قوت کے مطابق ہیں۔

۵۔ عورت کا حقِ ملازمت اور معاشی خود مختاری

ہمارے معاشرے میں یہ وہ اہم مسئلہ ہے جو تقریباً ہر خاندان میں پیش آتا ہے کہ عورت باہر ملازمت کر سکتی ہے یا نہیں۔ یہ اپنی جگہ پر کہ اگرچہ عورت پر شرعی طور پر کوئی معاشی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی البتہ اگر حالات ایسے ہو جائیں اسے اپنی یا بچوں کے لیے روزی خود کمانی پڑے تو اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ جیسا کہ دورِ رسالت کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ میری خالہ کو طلاق ہو گئی تو انہوں نے ارادہ کیا کہ اپنے کھجور کے باغ میں جا کر محنت کیا کریں (اور اپنا گزر بسر کریں) تو ایک شخص نے انہیں گھر سے نکلنے پر ڈانٹا تو وہ رسول اللہ ﷺ کت پاس حاضر ہوئیں اور دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ضرور محنت کرو۔ ہو سکتا ہے کہ (اس آمدنی سے) تم صدقہ کرو یا کوئی اور کارِ خیر انجام دو۔[44] اسی طرح ملتا ہے کہ جب زبیر بن عوامؓ کے حالات اور صحت موزوں نہیں تھی تو آپ کی زوجہ جناب اسماء بنت ابی بکرؓ باہر کے کام کرتی تھیں۔[45]

عورت کے ملازمت کرنے کی دو ممکنہ صورتیں اسلام نے جائز قرار دی ہیں۔ ایک یہ کہ جب خود اس کا اپنا یا اس کے ماتحت افراد جیسے اولاد کا نان و نفقہ و خرچ اس پر لازم ہو جائے اور وہ ملازمت کے لیے مجبور ہو جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ خود اس کو تو ضرورت نہ ہو لیکن معاشرے کو اس کی ملازمت کی ضرورت ہو۔ جیسے خواتین کے علاج معالجے کے میڈیکل کے شعبہ میں بطورِ ڈاکٹر کام کرنا، یا بچیوں کی تعلیم کے شعبہ میں ملازمت اختیار کرنا وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں اسلامی شریعت اس کو پابند نہیں کرتی لیکن اس سلسلہ میں عورت کے لیے بعض حدود و قیود کی پابندی کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ مگر ذہن نشین رہے کہ یہ حدود و قیود اس کے کاروبار یا ملازمت کے حق سے روکنے کے لیے نہیں بلکہ یہ اس کی عزت و عصمت کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے ہیں۔ ان میں سے چند ایک حسبِ ذیل ہیں:

(الف) پردے کا اہتمام

عورت جب گھر سے نکلے تو یہ عمومی حکم ہے کہ وہ باپردہ نکلے۔ شریعت نے پردہ اس پر واجب قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾[46]

(اے نبیؐ، اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے)

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾[47]

(اور اے نبیؐ، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اُس کے جو خود ظاہر ہو جائے، اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں)

صفیہ بنت شیبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ان عورتوں نے اپنی نیچے باندھنے والی چادروں کو کناروں سے دو حصوں میں پھاڑ لیا اور اس سے اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانپ لیا۔[48]

پس دین اسلام شرعی حدود کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عورت کو ایسے ذرائع روزگار اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے جن میں پردے و حجاب کی فرضیت کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو۔ قرآن مجید نے بے پردگی کو جاہلیت کے رواج سے تعبیر کیا ہے۔ اس لیے بوقتِ ضرورت اگر عورت کو گھر سے نکلنا بھی پڑے تو اسے حکم ہے کہ مقامات زینت کو نا محرم مردوں سے چھپائے، اور ان پر بناؤ سنگھار کو واضح نہ کرے۔ باریک اور چست لباس نہ پہنے، خوشبو لگا کر نہ نکلے، ڈیوٹی کے دوران عموماً غیر محرم مردوں سے بات چیت کی نوبت آتی ہے ایسی صورت میں کرخت لہجہ اختیار کرے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے واضح الفاظ میں ہدایت فرمائی کہ:

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾[49]

(دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مُبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔)

(ب) مرد و عورت کے اختلاط سے ممانعت

عورت زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کر سکتی ہے مثلاً طب، تعلیم، کاروبار، اور اسی طرح وہ مقامات جہاں مرد و عورت کے عدم اختلاط کا خیال رکھا جاتا ہو۔ اگر غیر محرم سے معاملات کی ضرورت پڑ جائے تو حتی الامکان محرم مردوں کے وسیلے سے معاملات کو طے کرے جیسا کہ حضرت خدیجہؓ کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ آپؓ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ ذمہ داریاں ادا کیا کرتے تھے۔ غیر محرموں کے ساتھ اس کا اختلاط یا خلوت کی نوبت نہ آئے کیونکہ دونوں کا آزادانہ اختلاط اور میل ملاپ متعدد اخلاقی و معاشرتی برائیوں کو جنم دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو عورتوں کو مردوں کے ساتھ چلنے سے بھی منع فرمادیا تھا جس کے بعد صحابیات کا جب مردوں کے پاس سے گزر ہوتا تو وہ دیوار کے ساتھ اس طرح لگ جاتیں کہ ان کی چادریں بھی دیوار سے لگی ہوتیں۔[50] اسی طرح مسجد جیسی مقدس جگہ پر بھی خواتین اور مردوں کا داخلہ اور اجتماع الگ ہوتا تھا۔[51]

اور آج کے پرفتن دور میں تو مرد کی کفالت اور تحفظ کی زیادہ ضرورت ہے۔ عورت کا یہ حق ڈیڑھ ہزار سال پرانا سہی لیکن فرسودہ نہیں ہے بلکہ جدید دور کے حالات کے عین مطابق ہے۔

(ج) بچوں کی دیکھ بھال و تربیت

خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی اور ماں کی گود بچے کی اولین تربیت گاہ ہے۔ گویا معاشرہ سازی کا آغاز ماں کی گود سے ہی ہوتا ہے ایک عورت کے سر پر یہ ایک عظیم ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔ جو اس کا بنیادی فریضہ ہے جس میں کوتاہی ایک معاشرتی گناہ کے زمرے میں آتی ہے۔ لہٰذا اگر عورت شادی شدہ اور صاحب اولاد ہے تو اس بات کا خیال رکھے کہ گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی تربیت میں اس کی ملازمت کی وجہ سے کوتاہی نہ ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے مختلف میادین میں بعض افراد کو بعض دیگر کا نگران قرار دیتے ہوئے فرمایا:

((والمرأة راعية على بيت زوجها وولده وكلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته))[52]

(اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی نگران ہے، پس تم میں سے ہر ایک اپنی جگہ نگران اور ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھا جائے گا۔)

بلا ضرورت عورت کا گھر سے باہر نکلنا معاشرتی برائیوں کا موجب بنتا ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے بحکم خدا عورتوں کو بعض شرعی واجبات سے بھی مستثنیٰ قرار دیا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عورت کی نماز اپنے گھر میں افضل ہے، اس کی اپنے صحن کی نماز سے۔ اور اس کی اپنی کوٹھڑی کی نماز افضل ہے اس کے گھر میں نماز سے۔ (کیونکہ اس میں ستر زیادہ ہے۔)[53]

یہ اور ان جیسی دیگر روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عورت کا اصل دائرہ عمل گھر کی چار دیواری ہے۔ ملازمت اور کسب معاش کی ذمہ داری مرد کے ذمہ ہے۔ لیکن بوقتِ ضرورت اسلام عورت کو اپنا ذریعہ معاش تلاش کرنے اور ملازمت کرنے سے مطلقاً منع بھی نہیں

کرتا لیکن اس کی عزت و تکریم اور معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ حدود اور قیودات معین کرتا ہے، بالکل ویسے ہی جیسا کہ معاش کے سلسلہ میں مردوں کے لیے بھی حدود معین کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام کا نظام معیشت مغرب کی طرز پر انسان کے صرف مادی مفادات کی تکمیل نہیں کرتا بلکہ اسلامی نظام معیشت میں بھی 'فلاح' کا تصور موجود ہے جس میں انسان کی مادی ضرورتوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اس کی معنوی ضروریات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

نتائج وسفارشات

مذکورہ بحث کی روشنی میں ہم درج ذیل نتائج حاصل کر سکتے ہیں:

۱۔ اسلام کا تصور معیشت صرف مادی مفاد پر قائم نہیں ہے بلکہ اس میں معاشرے کی اجتماعی اور فرد کی ذاتی زندگی کے لیے فلاح کا تصور موجود ہے۔

۲۔ اپنی معاشی ضروریات کا پورا کرنا ہر فرد پر لازمی قرار دیا گیا ہے، اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اسلام نے مرد کی طرح عورت کو بھی معاشی خود مختاری عطا کی ہے۔

۳۔ البتہ دین اسلام نے زندگی کے کسی حصہ میں بھی عورت پر معاشی ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالا ہے۔ اس کی ضروریات کا پورا کرنا مرد کا شرعی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ لیکن بوقت ضرورت اسلام نے عورت کو کسب معاش کا اختیار دیا ہے، یہ ضرورت اس کی انفرادی بھی ہو سکتی ہے اور معاشرتی بھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس پر بعض حدود و قیود کی پابندی بھی لازمی قرار دی ہے جس کا مقصد اس کے معاشی حق کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔ لہٰذا اسلام نہ صرف عورت کو معاشی خود مختاری عطا کرتا ہے بلکہ اس کی حفاظت کا بھی بندوبست کرتا ہے۔

اس ضمن میں چند **سفارشات** پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ ایک اسلامی مملکت ہونے کے ناطے ریاست پاکستان کا فرض ہے کہ انفرادی ضروریات کے علاوہ معاشرتی ضروریات کی تکمیل اور ملکی معیشت کی مضبوطی کے لیے اسلامی تعلیمات کے مطابق خواتین کے لیے کاروبار اور ملازمت کے مواقع پیدا کرے۔

۲۔ ریاست اگر چاہے تو ایسے اداروں، شعبہ جات اور کارخانوں کا قیام عمل میں لایا جا سکتا ہے جہاں مردوں سے الگ خواتین اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ملکی معیشت میں اپنا حصہ ڈال سکتی ہیں۔

۳۔ ملک کے تعلیمی اداروں، علماء کرام اور سکالرز کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ اقتصادی میدان میں خواتین کی تربیت اور شعور بیدار کرنے کا بندوبست کریں، تا کہ اس حوالے سے معاشرے میں موجود افراط و تفریط کے ماحول کو ختم کیا جا سکے۔

مذکورہ بالا نکات پر عمل پیرا ہو کر ہم باصلاحیت خواتین کی مہارتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جہاں ایک صحت مند معاشرہ سازی میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں وہاں ملکی معیشت کا بوجھ بھی ہلکا کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی حقیقی تعلیمات کو سمجھنے اور سیرت مصطفیٰ ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حواشی، حوالہ جات

[1] لسان العرب، ابن منظور افریقی، دار صادر، بیروت لبنان، سن اشاعت ندارد، ۳۲۱/۶

[2] القاموس المحیط، فیروزآبادی، دار صادر بیروت، ۲۰۰۲ء، طبع ثانی، ۱۴۳/۲

[3] کیمیائے سعادت، امام ابو حامد محمد غزالی، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ط ن، س ن، ص ۲۰۰

[4] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمن بن خلدون، دار البلخی، دمشق، ۲۰۰۴ء، طبع اولی، ۶۸/۲

[5] قاموس مترادفات، وارث سرہندی (محمد علی خان)، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۱ء، ص: ۱۰۰۲

[6] سورۃ الاعراف: ۱۰/۷

[7] علم الاقتصاد، علامہ محمد اقبال، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۹۱ء، ص: ۳۲

[8] المرأۃ فی القرآن، استاد عباس محمود العقاد، دار الہلال، مصر، س ن، طبع اول، ص ۵۵

[9] مذہب اور عورت، ڈاکٹر فیاض الدین، اسراء پبلشرز، کراچی، ۲۰۱۹، طبع اول، ص: ۱۲۶

[10] پردہ، سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز' نئی دہلی، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۱

[11] ہم' ہمارے پیغمبر اور ہمارے مسائل، خواجہ عبدالمنتقم' ایم آر پبلیکیشنز' نئی دہلی، ۲۰۱۴ء، ص: ۵۸

[12] مذہب اور عورت، ص: ۱۶۰

[13] Universal History of the World, J. A. Hamerton, London, 2002, Vol.1, p.378

[14] ہم' ہمارے پیغمبر اور ہمارے مسائل، ص: ۷۱

[15] Encyclopedia of Religion and Ethics, New York, V.15. P.271

[16] عورت اسلامی معاشرے میں، مولانا سید جلال الدین عمری، اسراء پبلیکیشنز، کراچی، ۲۰۱۱ء، طبع اول، ص: 62

[17] UN Report 1980, Quoted in Contemporary Political Ideals, Roger Eatwell & Anthony Wright, West View Press, San Francisco, 1993

[18] لذت فلسفہ، ویل ڈیورانٹ (فارسی ترجمہ: عباس زریاب)، شرکت انتشارات علمی و فرہنگی، تہران، طبع ۱۳، ص: ۱۵۴-۱۵۵

[19] سورۃ الانعام: ۱۳۹/۶

[20] اسلام میں عورتوں کا درجہ اور حقوق و فرائض، سید ابوالحسن علی ندوی، دار المطالعہ حاصل پور، بہاولنگر، جولائی ۲۰۰۲، ص ۵۴

[21] Universal History of the World, J. A. Hamerton, London, 2002, Vol.1, p.378

[22] سورۃ الحجرات: ۱۳/۴۹

[23] سورۃ النساء: ۱۲۴/۴

[24] سورۃ التوبۃ: ۷۱/۹

[25] سنن النسائی، احمد بن شعیب النسائی، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، ۱۹۸۶ء، طبع ثانی، کتاب الجہاد، باب وجوب الجہاد، حدیث نمبر: ۳۱۰۴، ۱۱/۶

۲۶سنن الترمذی، محمد بن عیسیٰ ترمذی، داراحیاء التراث العربی بیروت، سن ندارد، طبع ثانی، کتاب البر والصلۃ، باب النفقہ علی البنات والاخوات، حدیث نمبر ۱۹۱۴، ۳۱۹/۴

27 صحیح مسلم، مسلم بن حجاج نیشاپوری، دارالجیل بیروت، سن ندارد، طبع اول، کتاب الحج، باب حجۃ النبی، حدیث نمبر: ۳۰۰۹، ۳۹/۴

28 صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، دار ابن کثیر الیمامہ، بیروت، ۱۹۸۷ء، طبع ثالث، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الاقارب، حدیث نمبر ۱۳۹۳، ۵۳۱/۲

29سورۃ النساء: ۴/۴

30مفردات الفاظ القرآن، راغب اصفہانی، اہل حدیث اکادمی، لاہور، طبع اول، ص: ۵۷۱

31سورۃ البقرۃ: ۲۳۳/۲

32سورۃ النساء: ۳۴/۴

33سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید ابوعبداللہ القزوینی، دارالفکر بیروت، س ن، طبع دوم، کتاب ا لنکاح، باب حق المرأۃ علی زوجھا، ۵۹۳/۱

34الھدایۃ مع الدرایۃ، برہان الدین مرغینانی، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، اسلامی کتب خانہ لاہور، س ن، ۴۴۱/۲

35لذات فلسفہ، ص: ۱۵۵

36سورۃ النساء: ۳۲/۴

37مسند احمد، امام احمد بن حنبل، مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر، ۱۴۱۶ھ، حدیث نمبر: ۷4۰۳، ۴۲۵/۱

38مقالات اقبال (شریعت اسلام میں مرد اور عورت کا رتبہ)، مرتبہ: عبدالواحد معینی، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۸۸ء، ص: ۳۲۰، ۳۲۱

39سورۃ النساء: ۷/۴

40اسلام میں خواتین کے حقوق، استاد مرتضیٰ مطہری، دارالثقافۃ الاسلامیہ، پاکستان، ۱۹۹۳ء، ص ۲۷۴

41سورۃ النساء: ۱۱/۴

42سورۃ النساء: ۱۱/۴

43سورۃ النساء: ۱۲/۴

44 صحیح مسلم، مسلم بن حجاج، قدیمی کتب خانہ کراچی، کتاب المساقاۃ، باب فضل الفرس والزرع، ۴۸۶/۱

45 صحیح بخاری، کتاب ا لنکاح، باب الغیرۃ، ۷۸۶/۲

46سورۃ الاحزاب: ۵۹/۳۳

47سورۃ النور: ۳۱/۲۴

48 صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ النور، حدیث نمبر ۴۴۸۱، ۱۷۸۳/۴

49سورۃ الاحزاب: ۳۲/۳۳

50سنن ابی داؤد، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، دارالکتاب العربی بیروت، طبع اول، کتاب الادب، باب فی مشی النساء فی الطریق، حدیث نمبر ۵۲۷۴، ۵۴۳/۴

51ایضاً، کتاب الصلوۃ، باب فی اعتزال النساء فی المساجد عن الرجال، حدیث نمبر ۴۶۲، ۱۷۵/۱

52 صحیح بخاری، کتاب ا لنکاح، باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا، حدیث نمبر ۴۹۰۴، ۱۹۹۶/۵

53مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب الجماعۃ و فضلھا، الفصل الثانی، حدیث نمبر ۶۳، ۲۳۴/۱